قصبہ سیتھل کے اسلامی ادب کا اجمالی تعارف

پروفیسر عراق رضا زیدی
شعبۂ فارسی جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

قصبہ سیتھل ضلع بریلی کے بڑے اور قدیم قصبات و پرگنوں میں سے ایک ہے۔ جو شہر بریلی اور پیلی بھیت کے درمیان واقع ہے۔ تاریخی اعتبار سے یہ قصبہ عہدِ وسطیٰ کی قدیم ترین تاریخ کا حصہ رہا ہے جسے اہی شیتر اور کٹیہر کے نام سے جانا جاتا تھا۔ ہمایوں کے دوسرے دور حکومت تک اس علاقے پر کبھی مسلمانوں اور کبھی پرانے غیر مسلم باشندوں کی حکومت رہا کرتی تھی۔ ہمایوں کے آخری دور میں سید لاڈ اور ان کے پسر سید امان اللہ نے اس علاقے کو فتح کر کے ہمایوں بادشاہ سے یہ علاقہ جاگیر کی شکل میں حاصل کیا۔ سید امام اللہ کے جد امجد ابو الفرح واسطی محمود غزنوی کے لشکر کے ساتھ ہندوستان آئے تھے۔ محمود غزنوی کا دربار ادیبوں اور شاعروں کی قیامگاہ رہا ہے۔ لہٰذا ابو الفرح واسطی بھی اس ادبی ماحول سے دور نہیں رہ سکے۔ آج بھی ان کے وارثوں میں یہ ذوق موجود ہے۔ بریلی گزیٹیر کے مطابق اس قصبے کو سید امان اللہ نے بسایا تھا[۱] خدا کا شکر ہے کہ صدیوں کے طولانی سفر کے دوران سادات سیتھل اپنے مورث اعلیٰ کی عظمت وفضیلت کو محفوظ رکھنے میں پوری طرح کامیاب ہیں اور الیکشن جیتتے رہے ہیں۔ محمود غزنوی کے بعد جس بادشاہ کا دربار ادیبوں شاعروں کی قیامگاہ بنا وہ اکبر بادشاہ تھا گو کہ سیتھل کی فتح ۱۵۵۶ء میں ہمایوں کے زمانے میں ہوئی لیکن اسی سال اس کے انتقال کے بعد اکبر بادشاہ بنا اور اس کے ادبی ذوق وشوق کے اثرات سیتھل تک دکھائی دیتے ہیں۔ سید امان اللہ ملا کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ جہاں ان کا مزار ہے وہ جگہ بھی ''ملا ابھے پور'' کے نام سے مشہور ہے۔ وہ مفسر قرآن بھی تھے۔ ان کے پوتے سید فیض اللہ کی پرورش ہی قلعہ معلیٰ ''شاہ جہاں آباد میں ہوئی تھی۔[۲] لہٰذا فارسی ادب کا ذوق وشوق ان کی رگوں میں پیوست تھا۔ انہوں نے ایک کتابخانہ کی بنیاد بھی ڈالی تھی۔ جو کسی نہ کسی صورت میں ۱۹۴۷ء تک باقی رہا۔ اور اس بٹوارے کے بعد کہاں کیا باقی رہا پورے ملک کی ایک ہی کہانی ہے۔ قصبہ سیتھل ہمیشہ سادات کے نام سے جانا جاتا رہا ہے۔ لہٰذا یہاں کے علمی وادبی ماحول پر دہلی اور ایران کے اثرات بلاواسطہ اور بالواسطہ رہے ہیں۔ خصوصاً فیض آباد اور لکھنؤ میں جب ایرانی ماحول مکمل طور پر چھا گیا تو اس کے اثرات نے اس

قصبے کو آسانی سے اپنی گرفت میں لے لیا۔لکھنؤ دہلی یا دہلی میں ہی میرؔ و سوداؔ اور غالبؔ وذوقؔ کی چشمک ، انشاؔ، مصحفیؔ اور آتشؔ و ناسخؔ کی لکھنوی ادبی چشمک کے اثرات بھی سیتھل کے ادیبوں اور شاعروں پر بہت نمایاں رہے ہیں۔سیتھل کی عزاداری کی تاریخ بھی ''شیعہ'' ۱۹۸۵ میں شائع ہوچکی ہے۔

گو کہ سیتھل میں سادات نے ایک علمی اور ادبی ماحول بنایا لیکن اس ماحول میں سیتھل کا قاضی خاندان اور کائستھ بھی برابر کے شریک رہے ۔ یہاں تک کہ سیتھل کے اسلامی ادب میں کائیستھوں کا بھی برابر کا حصہ رہا۔ یہ لوگ مجلس عزا میں شرکت کرتے اور مرثیہ اور سلام بھی پڑھتے اور کہتے تھے ۔اس ذیل میں منشی الفت رائے کے ایک سلام کا مندرجہ ذیل شعر مثال کے لئے کافی ہے۔

ہمیں کیا خوف ہو محشر کا الفت
رئیس خلد ہیں مولا ہمارے ۳۳؎

کچھ دانشوروں کا خیال ہے کہ سیتھل کا ادبی ماحول لکھنؤ اور دہلی سے زیادہ ایران سے متاثر ہوا جہاں صفوی بادشاہوں نے اپنی شان وشوکت کے قصیدے نہ سن کر رسول مقبول اور ان کی آل کی مدح میں نعت ومنقبت لکھنے کا رجحان شاعروں میں پیدا کیا۔جس کے نتیجے میں ادب شخصیت ، دربار اور مبالغے سے جدا ہو کر حقیقت اور مذہبی شاعری کی طرف گامزن ہوا۔

سید فیض اللہ اور ان کی اولاد کا زمانہ شاہ طہماسب اور شاہ عباس ثانی جیسے صفوی بادشاہوں کا دور ہے لہٰذا سیتھل کا ادبی ماحول اسی ایرانی ماحول کا مرہون منت رہا ۱۹ ویں صدی اردو ادب کے عروج کی صدی ہے اسی صدی میں یہاں کے ادبی ماحول پر لکھنؤ کا اثر نمایاں ہے۔ جو مذہبی مرکز پہلے بھی تھا اور آج بھی ہے۔سیتھل میں اس صدی میں اسلامی ادب کی پرورش کرنے والوں میں مولوی محمد اخلاق ، میر محمد حسین اور میر اصغر حسین ثمر کے نام اہم ہیں۔ میر محمد حسین فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شاعری کیا کرتے تھے ۔نظیر اکبرآبادی سے ان کے اچھے مراسم تھے۔ ان کا ایک سلام بہت مشہور ہوا۔

قرطاس خود سے بندہ حمد خدا کرے ہے
نقش قدم پہ حضرت احمد کے بھی چلے ہیں
کرب وبلا کے غم سوں کچھ ہور غم نہ دیکھا

اس غم میں مرنے والا فردوس میں جئے ہے

لیکن اس دور کے صاحب دیوان شاعر میر اصغر حسین ثمر میر انیس مرحوم کے شاگردوں میں سے ایک ہیں۔ ان کا دیوان اس دور کی مذہبی شاعری کا شاہکار ہے۔ ثمر سیتھلی غالباً سیتھل کے پہلے صاحب دیوان شاعر ہیں کیوں کہ یہاں شاعر نام نمود سے دور رہ کر اپنی شاعری کی حدود ضلع بریلی تک سمجھتے ہیں اسی لئے یہاں کلام شائع کرنے یا کرانے کا کوئی رجحان نہیں ہے۔ ثمر سیتھلی کو کیوں کہ میر انیس سے مناسبت تھی اور وہ حیدر آباد اور پٹیالہ جیسی ریاستوں سے بھی وابستہ تھے لہٰذا اپنے کلام کو شائع کرنے کی وجہ اس طرح بیان کرتے ہیں۔ اور اپنا تعارف بھی پیش کرتے ہیں ۔

''اما بعد اس خوشہ چین ارباب معانی زلّہ ربائی مایدۂ سخندانی خاکسار ذرہ بے مقدار خادم ذاکرین مداح ائمہ معصومین اثم الکونین سید اصغر حسین المتخلص بہ ثمر باشندہ دار السلطنت لکھنؤ حال وارد قصبہ سیتھل ضلع بریلی کمترین تلامذۂ قدوۃ المحققین سلطان الذاکرین الخ......خلیق زمان انیس صاحب دلال مونس سخنواران رئیس العصر وحید الدہر نفیس بیان سلیس زبان۔ حسب الارشاد عالی قدر والا شان اقبال لسان برگزیدہ کونین جناب سید محمد تفضّل حسین صاحب خلف الصدق حاتم دوران جناب دیوان سید محمد امداد علی صاحب بہادر حاکم صدر عدالت ریاست پٹیالہ چند سلام ورباعیات وقصائد وقطعات تاریخ وغیرہ اپنی تصنیف سے جمع کرکے'' گلدستہ ثمر'' نام رکھا۔ ۴؎

گلدستہ ثمر کی اشاعت ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۸۹۵ء میں ہوئی۔ یہ سال آخری صفحات پر رقم کردہ تاریخوں سے بھی ظاہر ہے۔ جن میں صرف ایک تاریخ ۱۳۱۳ھ اور ایک تاریخ ۱۸۹۵ء کی رقم کی جاتی ہے۔ پہلی تاریخ خواجہ مبشر حسین بشیر شاگرد خورشید لکھنوی کی ہے۔

چودر دل ہویدا شد اندوہ وغم　　　پئے سال طبع کتاب ثمر

کلام سخندان وعالی رقم　　　چکید از قلم بے تکلف بشیر

۱۳۱۳ھ

دوسری تاریخ سنہ عیسوی میں سید امیر اعظم رئیس نگینہ ضلع بجنور کی درج کی جاتی ہے۔

جو ہے نظم میں انتظام ثمر　　　کوئی اس کی تعریف کیا کرسکے

کہ ہے ''انتخاب کلام ثمر''　　　کرے عیب جوئی کوئی کیا مجال

۱۸۹۵ء

یہ دیوان ۲۲۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں ہر سلام نوحے اور قصیدے کے بعد ایک رباعی درج ہے۔ یہاں صرف ایک رباعی اور ایک سلام کے اشعار بطور نمونہ لکھے جا رہے ہیں۔

رباعی

ہے جلوۂ محبوب خدا مجلس میں — ہو غلغلۂ صل علیٰ مجلس میں
گرمی سے نہ گھبرائیں ہوا خواہ حسینؑ — اب آئے گی جنت کی ہوا مجلس میں۵

سلام

غم شہ میں نہیں چشموں سے یہ آنسوں ٹپکتے ہیں
لبالب حوض کوثر کے یہ دو ساغر چھلکتے ہیں
نہ چھوٹے گی ترائی مر کے بھی عباس کہتے تھے
کہیں جم کر جگہ سے پاؤں شیروں کے سرکتے ہیں
ثنائے زلف ورخ میں شہ کے کرتا ہوں عرق ریزی
گلاب ومشک کی خوشبو میں سب کپڑے مہکتے ہیں
عجب کم ظرف ہیں دیتے ہیں طعنے قتل اکبر کے
نمک زخم جگر پر شاہ کے اعدا چھڑکتے ہیں
عطش سے انتظار حضرت عباس میں بچے
کٹورے خالی ہاتھوں میں لیے دریا کو تکتے ہیں
عجب احوال سے شہزادیاں جاتی ہیں بلوہ میں
رسن بستہ ہیں بازو بال چہرے پر لٹکتے ہیں
جدا ہوتا ہے سر شہ کا پچھاڑیں کھاتی ہیں زینبؑ
قیامت ہے بپا سر خاک پر عابد پٹکتے ہیں
طلب کس دن کریں روضہ پہ اپنے دیکھئے آقا
ثمر باندھے کمر شام وسحر ہم راہ تکتے ہیں۶

۱۹ویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے آغاز میں میر محمد حسین کے شاگردوں میں خود

انہیں کے فرزند میر علی افضل ایک مستند استاد شاعر ہونے کے ساتھ محقق محدث اور بلند پایہ ادیب نظر آتے ہیں۔ خود ان کے بھی لاتعداد شاگرد گذشتہ صدی کے ساتویں دہے تک دکھائی دیتے ہیں۔ ان کی تحریر کردہ کتابیں مخطوطات کی شکل میں سیتھل لائبریری کی زینت رہی ہیں۔ ابھی ایک کتاب مع چند قصاید کے قلم لائبریری سیتھل کی زینت بنی ہوئی ہے۔ انہوں نے ایک سفر نامہ مقام مقدسہ کی زیارت کے بعد تحریر کیا تھا۔ ان کا کلام نہایت سادہ دلنشیں با محاورہ اور برجستگی سے پر ہے۔ ایک قصیدے کے چند شعر درج ذیل ہیں۔

قصیدہ

چلی ہے بات یہ خالق کے گھر سے　　علی افضل ہیں سب جن وبشر سے
نہ جاہ وحشمت وفیضان زر سے　　ہمیں الفت ہے بس مولا کے در سے
بہت کچھ مل گیا زاد سفر سے　　نجف بھی کربلا بھی دیکھ آئے
کھواس سے کہ اب دنیا پہ برسے　　گھٹا کعبے پہ جب چھا ہی گئی ہے
نہیں ممکن ہے وہ کوثر پہ ترسے　　غدیری جام جوپی کرچلا ہے

اس دور کا ایک بڑا نام ذو الفقار حسنین کا بھی ہے۔ جو نہایت شوخ وطرار اور فی البدیہ شعر کہنے کی مہارت رکھتے تھے۔ ان کا مندرجہ ذیل شعر آج بھی زباں زد خاص وعام ہے جس سے ان کے زور کلام پرواز تخیل اور صنایع پر قدرت کا ایک اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

فرش گل پر ہیں مرے پاؤں کہ انگاروں پر ۸　　نارنمرود میں گر کر کسے پکارے خلیل

خلیل حسنین نعیم جن کے والد بیگم واجد علی شاہ کے اتالیق تھے۔ خلیل صاحب ایک اچھے شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ خوب کہتے تھے۔ یہاں ان کی حمد کے چند شعر پیش کیے جاتے ہیں۔

گو تو نہاں ہے پر ہے جلوہ تمام تیرا　　ہے دل میں یاد تیری اور لب پہ نام تیرا
آخر میں ہم نے پایا دل میں مقام تیرا　　ڈھونڈا کلیسۂ مندر ومسجد کہیں نہ تھا تو
جب غور سے سناتو کلمہ کلام تیرا　　یہ چہچہا رہے ہیں طائر جو ہر چمن میں
عصیاں ہیں فعل میرے بخشش ہے کام تیرا　　ہے پر گنہ نعیم غفار تو ہے یارب

بیسویں صدی کے نصف اول میں قاضی غلام شبیر، نذیر حسن، نذیر بخاری، اقبال حسین، میر حیدر حسین، نقش علی اور قاضی شفیق شفیق وغیرہ اسلامی شاعری کے دلدادہ گزرے ہیں۔ ان سبھی

شاعروں کا کلام سننے والے بیسویں صدی کے آخر تک نظر آتے ہیں۔ آزادی ہند کے قبل کا دور زاہد علی جیسے استاد شاعر کا دور ہے۔ استاد زاہد علی قصیدہ، نوحہ، سلام اور رباعی کہنے میں اپنی مثال آپ تھے۔ آزادی کے بعد کا دور انہیں کے شاگردوں کا دور ہے۔ زاہد سیتھلی کا ایک شعر ملاحظہ فرمائے۔

کیوں طور پر گئے جو سنیں لنترانیاں
موسیٰ تمہاری بات کا یہ ہی جواب ہے [۱۰]

مندرجہ بالا شعر میں تملیح کی صنعت کے ساتھ برجستہ محاورے کا استعمال اور شکوہ الفاظ سوداؔ کی یاد دلاتا ہے۔ ان کے ہم عصر شعرا میں حمید حسین حمید ایسے باکمال تاریخ گو شاعر تھے کہ ان کا شہرہ لکھنؤ میں بھی تھا۔ خود مفتی صاحب ان سے بات بات پر تاریخ سننا پسند کرتے تھے۔ حمد، نعت اور رباعی سے ایک خاص شغف تھا۔ ملا زاہد علی کے شاگردوں میں احمد اصغر قلم، حفاظت حسین صریر، غیور حسین قمر، افضال مہدی ثمر وغیرہ باکمال شاعر ہوئے ہیں۔ استاد زاہد علی کی پاکستان ہجرت کے بعد نہال علی نہال نے ایک عرصہ تک اس دبستان کی سرپرستی کی جن کی ایک نظم بارہویں امام کی مدح میں بہت مشہور ہوئی۔

؎آپ نے خود کو حجابوں میں چھپا رکھا ہے
فیصلہ مرا قیامت پہ اٹھا رکھا ہے

لیکن یہ عہد احمد اصغر قلم زیدی الواسطی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ قلمؔ زیدی برصغیر میں بخوبی پہچانے جاتے ہیں۔ لکھنؤ میں میں بھی ان کی شاعری کا چرچا عام رہا ہے۔ خصوصاً خاندان عبقات کے علماء اور ان سے وابستہ ذاکرین قلم زیدی کے کلام کو سننے کے مشتاق رہتے تھے۔ سرفراز، الواعظ اور اصلاح میں ان کا کلام شائع ہوچکا ہے۔ بدایوں سے نکلنے والے سہ ماہی ''لمحے لمحے'' نے ۲۰۰۱ء میں ''قلم سیتھلی نمبر شائع کیا جس میں ہندو پاک کے معتبر دانشوروں' محققوں اور ادیبوں نے قلم زیدی پر مقالے لکھ کر انہیں خراج عقیدت پیش کیا۔ ان کی رباعیات کا ڈاکٹر افتخار رضوی نے انگریزی میں ترجمہ کیا جسے اسی سال ۲۰۰۹ء میں بوستان قلم'' نے شائع کیا ہے۔ اسی طرح قلم صاحب کی شہرت برصغیر ہی نہیں بلکہ دنیا کے دیگر ممالک تک پہنچ چکی ہے۔ ۵/ستمبر ۱۹۷۲ء مطابق ۲۵/رجب ۱۳۹۲ھ کو ان کے سفر خلد کے ساتھ جانشین قلم، جناب محبوب حیدر رضوی نے ادارہ بوستان قلم کی بنیاد رکھی جس میں اس وقت تقریباً ۴۵ شعرا سیتھلی، بیرون سیتھلی اور بیرون ہند کناڈا

وغیرہ میں بھی مقیم رہ کر شمع ادب کو روشن کئے ہوئے ہیں۔ قلم سیتھلی نے حمد اور رباعی میں اپنی شاعری کا لوہا منوانے کے ساتھ مرثیہ نوحہ، سلام ، قصیدہ اور قطعہ غرض کہ ہر صنف سخن میں کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں۔ یہاں ان کے کلام کا کچھ نمونہ پیش کیا جارہا ہے۔

رباعی:

اے میرے کریم مجھ پہ بھی رحمت کر — اے میرے رحیم مجھ پر بھی رحمت کر
دشمن پہ بھی ہے عام نوازش تیری — اے میرے نعیم مجھ پہ بھی رحمت کر[۱۱]

حمد:

خدا کی شان ہر شے سے عیاں ہے — وہ اندھے ہیں جو کہتے ہیں کہاں ہے
خلیل اللہ اس کا رحم دیکھو — ابھی آتش بداماں گلستاں ہے
کوئی نمرود کے لشکر سے پوچھے — کہ اس کا قہر کتنا بے اماں ہے[۱۲]

نعت

خالق سے مصطفیٰ کی ملاقات ہوگئی — پردہ رہا نظر کا مگر بات ہوگئی
کیا انبیاء کی بھی پرواز اڑ گئی — جبریل کو خبر نہ ہوئی بات ہوگئی
احمد وہاں گئے نہ جہاں کوئی جاسکا — یہ بات رشک اہل سموات ہوگئی[۱۳]

قصیدہ درمدح امام زمانہ ولی العصرؑ

کون سے ماہ کا یہ ماہ تمام آتا ہے — دل پہ قابو نہیں مومن لب بام آتا ہے
تیرے ساغر میں قیامت کا ہے نشہ ساقی — ہوش میکش کو ترے روز قیام آتا ہے
دیکھ لو اپنی دعاؤں کا اثر آکے خلیل — یہ امام ابن امام ابن امام آتا ہے
موت کو ٹالے ہوئے زیست کو بہلائے ہوئے — منتظر بیٹھے ہیں کس وقت امام آتا ہے
گیارہ ساغر تو چڑھائے ہوئے بیٹھا ہے قلم — اب ذرا ہوش کی پی بارہواں جام آتا ہے[۱۴]

اسی دور میں دوسرا نام حفاظت حسین صریر سیتھلی کا ہے۔ جن کی وفات ۱۹ر دسمبر ۱۹۸۶ء کو ثمر سیتھلی کے بعد مرثیہ کے ذریعہ سیتھل کو متعارف کرانے میں صریر سیتھلی کا اہم رول رہا ہے۔ انہوں نے تقریباً تہتر (۷۳) مرثیہ لکھ کر جہاں اردو مرثیہ نگاری کے دامن کو مالامال کیا وہیں جنت فردوس

میں بھی اپنے لئے ایک مسکن کا انتظام کر لیا۔ گو کہ انہوں نے سلام، نوحے اور رباعیاں بھی لکھی ہیں لیکن ان کا خاص میدان مرثیہ ہی رہا یہاں ان کے ایک مرثیہ اتحاد سے چند بند رقم کئے جا رہے ہیں جو باقیات صریر سے ماخوذ ہیں۔

فیضان اتحاد زمانے پہ عام ہے　　کیا کیجئے کلام نہ کوئی کلام ہے
تخلیق میں بشر کی عجب اہتمام ہے　　گویا ہے اتحاد کہ یہ میرا کام ہے
انسان کی حیات ہے کس نظم و ضبط سے
یہ زندگی ہے چار عناصر کے ربط سے

پھیلی ہے اتحاد کی دنیا میں روشنی　　دیکھو کہاں ملی ہے سند اتحاد کی
افراد متحد جو ہوئے انجمن بنی　　دنیا کو اتحاد سے ملتی ہے زندگی
ہر فرد مستحق ہوا دنیا سے داد کا
سکھلایا کربلا نے سبق اتحاد کا

انصار شہ میں تھا نہ ذرا نام کو نفاق　　سبط رسول پاک کی الفت میں تھے وہ طاق
کس درجہ ہم خیال تھے کتنا تھا اتفاق　　ہر ایک کو تھا موت سے ملنے کا اشتیاق
شہ رگ سے مل رہی تھی خبر زندہ باد کی
کٹ کٹ کے دی سروں نے صدا اتحاد کی

صریرؔ سیتھلی اور قلم زیدی کے دور میں یوسف حسین یوسفؔ، مطلوب حسین مطلوبؔ، عاجز حسین عاجزؔ، عابد حسین عابدؔ، عبد الصمد اور نظیر احمد نذیرؔ اسلامی ادب کے پروردہ رہے ہیں۔ اس وقت سیتھل کی فضا کو اسلامی ادب میں ڈھالنے والوں میں افضال مہدی ثمر، غیور حسین قمر (بزرگ شاعر ہیں) تو صولت حسین صولت، محبوب حیدر محبوب سیتھلی (جانشین قلم) شاہین رضا شاہین، غلام حیدر شہاب عراق رضا آدمی، اکمل حسین اکمل، محمود حسین فنا نقوی، اشجع رضا انسان، نسیم حسین نسیم، قایم رضا قایم، حاجی بنیاد علی، ڈاکٹر رضا حیدر رضا، بلال علی بلال، بختاور حسین زایر، جعفر علی جعفر (شمعے) تلمذ حیدر تلمذ، انورؔ سیتھلی مسرت علی مسرت، افتخار حسین فراز، معین میاں، تنظیم حسین سحر، ابن حسن حسن، نفیس الرضا نفیس، مجاہد علی مجاہد، حلیم سیتھلی، قمر عباس قمر، حسام زیدی، اعزام زیدی، اور الہام زیدی وغیرہ ہیں۔

سیتھل کے اسلامی نثری ادب کی تاریخ میں ۱۹/اگست ۱۸۹۳ء مطابق ۲۶/محرم الحرام ۱۳۱۱ھ کو مطبع اثنا عشری لکھنؤ سے شائع ہونے والی اہم کتاب ''مراۃ الامات فی اثبات الخلافت ، ہے جس کے مصنف مولوی کاظم علی زیدی الواسطی السیتھلی والبریلی ہیں۔۱۶ کتاب کی نثر نہایت سادہ اور شگفتہ ہے۔ قصبہ سیتھل کے اسلامی نثری ادب کو جن کتابوں نے دوسرے مقامات کے مقابلے میں ایک نئی پہچان دی ہے وہ ڈرامہ نگاری کی صنف ہے۔ ڈرامہ نگاری کا چلن یہاں بیسوی صدی کے اوایل میں ہی شروع جاتا ہے۔ جس میں پہلا'' ڈرامہ عید زہرا'' جناب خلیل حسین نعیم سیتھلی نے اپنے چند دوستوں کی مدد سے تحریر کیا۔ یہ ڈرامہ ۹/ربیع الاول کو اسٹیج بھی کیا جاتا ہے اس ڈرامے میں ۱۱ھ سے ۶۱ھ تک کے حالات کو قلمبند کیا گیا ہے۔ دوسرا ڈرامہ محبوب حیدر محبوب سیتھلی نے'' قاتلان امام حسین'' تحریر کیا یہ ڈرامہ ۱۰/ربیع الاوّل کو اسٹیج کیا جاتا ہے۔ اس میں ۴۰ھ سے ۶۴ھ تک حالات لکھے گئے ہیں ۔خصوصاً حضرت مختار کا انتقام اس ڈرامے کا اہم باب ہے ۔ تیسرا ڈرامہ'' اسلام کا باغی'' شاہین رضا زیدی شاہین نے لکھا ہے یہ ڈرامہ مندرجہ بالا دونوں ڈراموں کے درمیان کے وقت کو مکمل کرتا ہے۔ اور جنگ صفین سے مرگ معاویہ تک کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

غرض کہ اس مختصر سے مقالے میں سیتھل کے اسلامی ادب پر بحث کرنا ممکن نہیں ہے اس کے لئے تو کئی کتابیں درکار ہیں پھر بھی راقم نے کوشش کی ہے کہ سیتھل کے اسلامی ادب کا تعارف کرا سکے۔

مأخذ:

1.Barelly Gazetteer volume XIII 1911Page 264.65

a2.IsaFky dk ,sfrgkfld egrRo ys[d t;izdk'k 1907 izIB 5-6

۳۔سیتھل کا ادبی ماحول پرواز ادب پٹیالہ پنجاب نومبر، دسمبر ۱۹۹۳ص ۹۹

۴۔گلدستہ ثمر مطبوعہ ۱۸۹۵ء۔۱۳۱۳ھ　ص ۴

۵۔ایضاً　ص ۶۱

۶۔ایضاً　ص۵۶

۷۔سیتھل کا ادبی ماحول۔ پرواز ادب پٹیالہ، پنجاب نومبر دسمبر ۱۹۹۹۳ ص ۹۶

۸۔ایضاً نومبر دسمبر ۱۹۹۹۳ ص ۹۷

۹۔ایضاً نومبر دسمبر ۱۹۹۹۳ ص ۹۸

۱۰۔ایضاً نومبر دسمبر ۱۹۹۹۳ ص ۹۸

۱۱۔سہ ماہی لمحے لمحے بدایوں۔قلم سیتھل نمبر ۲۰۰۱ء ص ۴۵

۱۲۔ایضاً ص ۲۷

۱۳۔ایضاً ص۲۶۸

۱۴۔ایضاً ص ۲۸۵

۱۵۔باقیات صریر سیتھلی بریلی الیکٹرک پریس ۱۹۸۶ ص ۱۰۔۱۱

۱۶۔مراۃ الامامات فی اثبات الخلافت مطبوعہ مطبع اثنا عشری ۱۳۱۱ھ ص ۱